اور بے بنیاد ہیں لیکن اس سلسلہ میں چند امور کا خیال رکھنا ضروری ہے! اولاً یہ کہ خواص اور عوام کا فرق کرنا چاہیئے۔ جو باتیں کہی جا رہی ہیں وہ سب عربوں پر ہرگز صادق نہیں آتی ہیں۔ خواص میں بھی ایک خاص گروہ اور طبقہ ہے جسے گمراہ اور راہ سے بے راہ کہا جا سکتا ہے۔ اور ایسا طبقہ عہدِ صحابہ و تابعین کو چھوڑ کر ہر دور ہر زمانہ اور ہر ملک میں رہا ہے۔ اگرچہ ہر دور میں اُس کی شکلیں اور صورتیں مختلف رہی ہیں۔ جس کو آج عرب قومیت کی تحریک کہا جاتا ہے۔ یہ کیا ہے؟ یہ اسی تحریک شعوبیت کا ماڈرن روپ ہے جس نے عہدِ عباسی میں قیامت بپا کردی تھی۔ اس تحریک کے علمبرداروں نے اُس زمانہ میں جو کچھ لکھا تھا کیا وہ اُس سے کم ہے جو عرب قومیت کے انتہا پسندوں نے لکھا ہے۔ اسی طرح جسے آج عیاشی۔ فحاشی اور مغربی تہذیب کی جلوہ پاشی کہتے ہیں کیا اغانی اور اسی طرح کی دوسری کتابوں میں اُس کی جھلک نظر نہیں آتی؟ لیکن کیا ان چیزوں کی بنیاد پر یہ کہنا صحیح ہوگا کہ اُس زمانہ میں پورا مسلم معاشرہ فاسد خراب اور بیمار تھا؟ ہرگز نہیں!

ثانیاً مغربی تہذیب کے اثرات آج عالمگیر ہیں۔ ایک عرب کیا۔ عالمِ اسلام کا کون سا گوشہ ہے جو ان سے محفوظ ہے۔ پھر عربوں کا ہی کیا قصور! آج مسلم اور غیر مسلم دنیا کا کون سا ملک ہے جو قومیت (اور وہ بھی جارحانہ) کے نتیجہ استبداد میں اسیر نہیں ہے۔ ثالثاً کیا تاریخ میں اخیار و صلحا اور مومنین قانتین کو جنگ میں کبھی شکست نہیں ہوئی۔ اور اس کے بالمقابل کیا ظالموں، شرپسندوں اور کفار نابکار نے خدا کے نیک بندوں پر کبھی فتح حاصل نہیں کی؟ ایک دو نہیں بلکہ اس کی سینکڑوں مثالیں موجود ہیں تو آج غریب عربوں کو شکست کھا جانے پر اُن کی بدعملی کا طعنہ دینا کہاں تک قرینِ انصاف ہو سکتا ہے؟ رابعاً ہر چیز کا ایک موقع محل ہوتا ہے۔ آپ کا بھائی اگر غلط راستہ پر چل رہا ہے تو بے شک تنبیہ کرنا۔ سرزنش کرنا اور اُس کو اُس کی غلطی پر ٹوکنا آپ کا فرض ہے لیکن اگر بدقسمتی سے وہ گڑھے میں گر گیا اور اُس کی ہڈی ٹوٹ گئی ہے تو اب زجر و توبیخ کا وقت نہیں۔ ہمدردی غمگساری اور اُس کی دستگیری کا وقت ہے۔ یہی مطلب ہے ارشادِ نبوی: "اُعن اخاک ظالماً او مظلوماً" کا

بہرحال اس وقت جب کہ عرب موت و حیات کی کشمکش سے دوچار ہیں ان پر زبانِ طعن دراز کرنا اور ان کے دشمنوں کی شان میں قصائد مدحیہ پڑھنا اسلام دوستی ہرگز نہیں بلکہ "قد بدت البغضاء بافواھھم" کا مصداق ہے۔ واللہ یھدی من یشاء،